



شہری

اندرونی صفحات میں

- انسانی حقوق اور پولیس کا کردار
- زلزلے کے متاثرین کی آباد کاری
- پولیس اصلاحات
- شہری سرگرمیاں

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ مارگریٹ میڈ

جولائی تا دسمبر 2005ء

برائے بہتر ماحول

سندھ ہائی کورٹ کا تازہ ترین فیصلہ

شہری کی جانب سے تعلیم اور صحت کے اداروں کو چلانے والی کثیر القومی کمپنی کے خلاف مقدمے کا احاطہ

معیاری تعمیر کے لیے موثر قوانین وضع کیے جائیں

شہری سی بی ای کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار میں مقررین نے قومی سائنحات اور آفات سے نمٹنے کے مستعد نظام مرتب کرنے کی ضرورت پر زور دیا تاکہ زلزلے یا کسی اور آفت کے رونما ہونے اور عمارات کی تباہی کی صورت میں عام لوگوں کی سلامتی و تحفظ کے لیے بروقت اقدام کو یقینی بنایا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ اس نظام کو وفاقی۔ صوبائی۔ شہری اور کمیونٹی کی پراکھ مر بوط اور مکمل انداز میں تازہ ترین معلومات کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ انہوں نے نئے بلڈنگ قوانین کو بنانے اور ان کے نفاذ کی حمایت و تائید کی تاکہ عمارات کی بہتر تعمیر کو یقینی بنایا جائے کیونکہ اس وقت بیشتر معاملات میں تعمیراتی قوانین کا نفاذ نہیں کیا جاتا۔

”تباہ کن“ زلزلے کے خطے میں عمارات اور سلامتی و تحفظ کے موضوع پر ہونے والے اس سیمینار کا اہتمام شہری نے ہیلپ لائن ٹرسٹ کے تعاون سے کیا تھا۔ تقریب کے مہمان خصوصی صوبائی وزیر برائے منصوبہ بندی و ترقی شعیب بخاری تھے۔

(باقی صفحہ 4 پر ملاحظہ فرمائیے)

کراچی کے دیہہ چوہار کے علاقے ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔ سندھ مدرسۃ الاسلام بورڈ برائے قائد اعظم پبلک اسکول۔ نیوپورٹ انسٹی ٹیوٹ آف کمیونٹی کیشن اینڈ آکٹائس۔ سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی۔ شوکت خانم میموریل کینسر اسپتال اینڈ ریسرچ سینٹر اور ضیاء الدین یونیورسٹی نے مذکورہ علاقے میں یونیورسٹی اینڈ ٹرانسپلینٹیشن۔ آغاخان یونیورسٹی اینڈ میڈیکل کالج فاؤنڈیشن۔ بڑے بڑے قطعہ زمین کے



سندھ ہائیڈرو پاور کا انصاف۔ تاریخ رقم ہوئی

(2004 کا اکتوبر نمبر 567)

مدعیان

- 1- سندھ انسٹی ٹیوٹ آف پورہ لوئی اینڈ ٹرانسمیشن
- 2- آغا خان یونیورسٹی اینڈ میڈیکل کالج فاؤنڈیشن۔
- 3- آغا خان یونیورسٹی۔
- 4- شہید ذوالفقار علی بھٹو انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔

(قاضی فائز حسین ایڈووکیٹ نے نمائندگی کی)

مدعا علیہان

- 1- میٹلے ملک پاک لمیٹڈ۔
- 2- صوبہ سندھ بڈ ریجیٹ چیف سیکریٹری حکومت سندھ۔
- 3- سیکریٹری لینڈ اینڈ ٹرانزیشن ڈپارٹمنٹ حکومت سندھ۔
- 4- ادارہ برائے ماحولیاتی تحفظ۔
- 5- شہری تعلیمی حکومت۔ کراچی۔

(ایم/ایس/دبیم سجاد علی دبیم سجاد اور ارشد طیب علی ایڈووکیٹس نے نمائندگی کی)

درخواست 25 اکتوبر 2003ء کو سرکاری زمین کی آباد کاری کے ایکٹ 1912ء کی دفعہ (1)10 کے تحت صنعتی/تجارتی مقاصد کے لیے دی گئی تھی۔ اور اس سلسلے میں شعبہ صنعت کو نظر انداز کیا گیا تھا۔

این اے کلاس نمبر 108 کو 99 سال کی لیز دیدی گئی، لیکن پھر مذکورہ ممبر کو این اے کلاس نمبر 106 میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس قسم کی ترمیم کا اجراء حکومت سندھ کے سیکریٹری برائے شعبہ استعمال زمین کی بددلتی پر مبنی ہے جو غیر قانونی اور غیر مجازی بھی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دیہہ چوہار میں این اے کلاس نمبر 106 کی 1300 ایکڑ زمین شہید ذوالفقار علی بھٹو انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کو الاٹ ہو چکی تھی، جس میں سے میٹلے پاک کے لیے 120 ایکڑ کا یہ چھوٹا قطعہ زمین الگ کیا گیا تھا۔

سندھ ہائی کورٹ میں پلانٹ کے قیام اور تعمیر کے خلاف مختلف وجوہات کی بناء پر

اٹھا سکے۔ میٹلے پاک لمیٹڈ ملٹی نیشنل میٹلے پاکستان چیمپن ہے اور پاکستان میں پانی کی بوتلوں کی وسیع صنعت میں اس کی بڑی حصہ داری ہے۔ پانی کے اس کاروبار میں اپنے منافع کو بڑھانے کے لیے اس نے بعد ازاں تعلیمی شہر کے علاقے میں 120 ایکڑ زمین حاصل کر لی۔

اگرچہ زمین کا یہ حصول قانونی طور پر ناقص تھا۔ اس نے دیہہ چوہار میں این اے کلاس نمبر 108 میں نسبتاً ایک چھوٹے قطعہ زمین یعنی صرف 120 ایکڑ کے حصول کے لیے درخواست دی جو منظور بھی ہو گئی۔ یہ

نیسلے پاک مالی فوائد کے لیے قدرتی وسائل کا استحصال کر رہا ہے، کیونکہ وہ زیر زمین پانی کو ٹیوب ویلوں کے ذریعے حاصل کرے گا اور اس طرح زیر زمین پانی کا یہ ذخیرہ جلد ہی خشک ہو جائے گا اور یہ ماحولیاتی تباہی اور قدرتی ذرائع کا غیر مستحکم استعمال ہوگا

حصول کے لیے اپنی بڑی رقوم کی سرمایہ کاری کی۔

اس وقت حکومت سندھ کے چیف سیکریٹری اور شعبہ استعمال زمین کے سیکریٹری نے ان اداروں کو مطلع کیا تھا کہ تعلیمی شہر کے لیے مختص اس قطعہ زمین کو صحت یا تعلیمی سہولتوں کی فراہمی کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

گورنر سندھ کے علاوہ ناظم شہر نے بھی تعلیمی شہر کے اس خیال کو سراہا اور فروغ بھی دیا۔ اور اس بات کی تائید بھی کی کہ تمام متعلقہ افراد اور شہری حکومت کے درمیان تعاون اور شراکت بہت ضروری اور اہم ہے۔

گورنر سندھ نے اس کا اقرار اور اعلان عوام کے سامنے 1999ء میں کیا تھا۔ تعلیمی شہر کی سالمیت کو یقینی بنانے کے ساتھ اس بات پر زور دیا کہ کوئی بھی شخص یا ادارہ غلطی سے یا بلا سمجھے جو تجھے تعلیمی شہر کے علاقے میں زمین نہ خرید سکے۔ کراچی کی شہری حکومت نے 17 فروری 2003ء کو ایک سرکاری حکم جاری کیا جس کے تحت دیہہ چوہار میں زمین کی فروخت۔ لیز کی تجدید۔ تبدیلی۔ تبادلہ اور منتقلی سے متعلق کسی بھی کارروائی کی اجازت نہیں ہوگی۔

اسی دوران میٹلے ملک پاک لمیٹڈ نے کراچی شہر سے متصل پانی کی بوتلوں کا پلانٹ لگانے کا منصوبہ بنایا تاکہ تعلیمی شہر کے علاقے میں زیر زمین پانی کے مفت استعمال سے فائدہ

شہری

جی 206 بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس

کراچی۔ 75400، پاکستان

ٹیلی فون / فیکس 92-21-453-0646

E-mail: Shehri@onkhura.com

(Web site)

www.shehri.org

ایڈیٹر: سمیرا نعیم

انتظامی کمیٹی:

چیز پرنس: رونا لڈو سوزا

وائس چیز پرنس: ایس رضا علی گردیزی

جنرل سیکریٹری: امبر علی بھائی

خزانچی: شیخ رضوان عبداللہ

ارکان: خطیب احمد، ڈیرک ڈین،

اے ستار

شہری اسٹاف:

کوآرڈینیٹر: سرور خالد

اسسٹنٹ کوآرڈینیٹر: ریحان اشرف

بانی ارکان:

نوید حسین، قاضی فائز حسین

حمیرا رحمن، دانش آرزو ربی

زین شیخ، خالد ندوی، قیصر بنگالی

شہری ذیلی کمیٹیاں:

i- قانون

ii- میڈیا اور بیرونی روابط

iii- آلودگی کے خلاف

iv- پارکس اور تفریح

v- اسلحہ سے پاک معاشرہ

vi- مفلذو رش

vii- مالی حصول

شہری کی رکنیت ”شہری برائے بہتر ماحول“ کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر / ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متعلق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن: حیاہ الدین حیات
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونٹی کیشن (IPC)

مالی تعاون: فریڈرک ٹومان فاؤنڈیشن

رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

تاریخی فیصلہ

اس حکم کے ذریعے میں سی ایم اے نمبر 3717/2004 زیر حکم xxxix روز نمبر 1 اور 2 کو مرتب کرنے کی تجویز دیتا ہوں۔ اسے دفعہ 151 سی پی سی کے ساتھ پڑھا جائے۔ یہ مقدمہ مدعا علیہان کی جانب سے دائر ہوا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ مدعا علیہ نمبر (1) (سپیلے ملک پاک لمیٹڈ) کو دیہہ چوہار کراچی کے علاقے میں جو تعلیمی شہر کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ پانی کی بوتلوں کی فیکٹری لگانے اور اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی تعمیرات کرنے سے باز رکھا جائے، کیونکہ یہ تعلیمی اور صحت کے استعمال کے برخلاف ہے۔ جس کے لیے مذکورہ زمین کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ دوسری درخواست سی ایم اے نمبر 5343/2004 مدعا علیہ نمبر (1) کی جانب سے زیر حکم xxxix رول نمبر 4 آر/ڈبلیو۔ دفعہ 151 سی پی سی دائر کی گئی تھی جس میں حکم امتناعی تاریخ 24 مئی 2004ء کو واپس لینے کی استدعا کی گئی تھی جس کے ذریعے مدعا علیہ نمبر (1) (سپیلے ملک پاک لمیٹڈ) کو علاقے میں بوتلوں کا پائمنٹ لگانے کے سمیت برہمن کی تجارتی / صنعتی سرگرمیوں سے باز رکھا گیا تھا۔ ان دونوں درخواستوں کی تائید میں متعلقہ فریقوں کی جانب سے حلف نامے داخل کیے گئے جنہیں مزاحمتی حلف ناموں اور جواب الجواب کے ذریعے متنازع بنا دیا گیا، کیونکہ ان دونوں درخواستوں کا نتیجہ ایک ہی ہوتا ہے اس لیے اس حکم واحد کے ذریعے ان دونوں درخواستوں کو خارج کیا جاتا ہے۔

ایس۔ علی اسلم جعفری
جج، ہائیکورٹ آف سندھ

تھا، کیونکہ مذکورہ کابینہ زیر زمین پانی کا بے دریغ استعمال کر رہی تھی جس کے نتیجے میں پرموتی پنچائیت اور آس پاس کے علاقے میں پینے کے پانی کی شدید قلت واقع ہو گئی تھی۔

کیا پنچائیت کابینہ کو زیر زمین پانی کو نکالنے کی اجازت نہ دینے کا فیصلہ قانونی ہے؟ اس نقطے کا جائزہ لینے کے بعد ایک تفصیلی فیصلہ سامنے آیا جو درج ذیل ہے۔

”زیر زمین پانی قومی دولت ہے اور یہ پورے معاشرے کی ملکیت ہے۔ یہ آب حیات ہے اور زمین پر زندگی کو جاری و ساری

صرف تعلیمی یا صحت کی خدمات کے لیے الاٹ کی جائے اور یہ کہ تمام الاٹمنٹ بیان کردہ شرائط اور ضروری قانون اور ضابطوں کے مطابق ہونے چاہئیں۔

بھارتی ریاست کیرالا میں پرموتی گراما پنچائیت نے ریاست کیرالا اور کوکا کولا بیورج پرائیویٹ لمیٹڈ اور دیگر کے خلاف کیرالا ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن دائر کی تھی جس کا حوالہ بھی دیا گیا۔ 2003ء کی اس رٹ پٹیشن نمبر 3492 کا فیصلہ کے۔ بالاکرشن ناز نے دیا تھا۔ جس کے تحت کوکا کولا کمپنی کے لائسنس کی منسوخی کو درست قرار دیا گیا

حادثات کا باعث بنے گا، جبکہ اچھی تعلیم اور صحت کے لیے پرسکون خاموش اور اطمینان بخش ماحول کی ضرورت ہے۔ یہ دیگر صنعتی یونٹوں اور فیکٹریوں کے لیے ایک پیش خیمہ ثابت ہوگی اور تعلیمی شہر بڑی آسانی سے ایک اور صنعتی زون میں تبدیل ہو جائے گا۔ تعلیمی شہر کا پورا علاقہ بری طرح آلودہ۔ ضرورت سے زیادہ گنجان آباد، خطرناک اور غلط علاقہ بن جائے گا۔

آخر میں زور دیا گیا کہ اداروں کو اگر یہ علم ہو کہ اس زمین کو صنعتی اور کاروباری سرگرمیوں کے لیے استعمال کرنے کی اجازت مل جائے گی تو وہ یہاں کبھی بھی کسی قسم کی سرمایہ کاری نہیں کریں گے۔

اس لیے یہ استدعا کی گئی کہ مدعا علیہ نمبر (1) کو حکم دیا جائے کہ اس کا این اے کلاس نمبر 106۔ دیہہ چوہار۔ کراچی پر کوئی حق۔ استحقاق یا واسطہ نہیں ہے۔ سپیلے ملک پاک کے خلاف یہ ہدایت بھی طلب کی گئی کہ وہ این اے کلاس نمبر 106 دیہہ چوہار کراچی میں 120 ایکڑ زمین کا قبضہ فوری طور پر چھوڑ دے اور 12 نومبر 2003ء کو ہونے والے تمام معاہدے منسوخ کیے جائیں اور ملکیت کی دیگر دستاویزات کی منسوخی کی بھی درخواست کی گئی۔

مزید وضاحت بھی چاہی گئی کہ مدعا علیہ نمبر (1) سپیلے ملک پاک لمیٹڈ دیہہ چوہار کراچی میں کوئی صنعتی یونٹ یا فیکٹری قائم یا تعمیر نہیں کر سکتے۔ اور ایسا کرنے سے انہیں باز رکھا جائے۔ ایک اور وضاحت بھی چاہی گئی کہ دیہہ چوہار کراچی میں تعلیمی شہر کی زمین

اعتراضات دائر کیے گئے۔ ان میں پاکستان تحفظ ماحولیات ایکٹ 1997ء کی دفعہ 12 کی خلاف ورزی اور زیر زمین موجود پانی کے وسیع ذخیرے کے مفت استعمال کے اعتراض بھی شامل تھے، کیونکہ یہ صورتحال تعلیمی شہر میں سرمایہ کاری کرنے والی تنظیموں اور اس علاقے میں قائم ہونے والے دیگر اداروں کو پانی کی دستیابی میں سنجیدہ رکاوٹ پیدا کر سکتی ہے۔

سپیلے ملک پاک مالی فوائد کے لیے قدرتی وسائل کا استحصال کر رہا ہے، کیونکہ وہ زیر زمین پانی کو ٹیوب ویلوں کے ذریعے حاصل کرے گا اور اس طرح زیر زمین پانی کا یہ ذخیرہ جلد ہی خشک ہو جائے گا۔ اور یہ ماحولیاتی تباہی اور قدرتی ذرائع کا غیر مستحکم استعمال ہوگا۔ جیسا کہ صاف ظاہر ہے کہ زیر زمین پانی کی دستیابی اور اس کا تجارتی استعمال ہی اس علاقے میں ان کی دلچسپی کا باعث بنتا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ سپیلے ملک پاک لمیٹڈ نے قانون نہرو نکاس آب 1873ء کی دفعہ 16 اور 20 کے تحت ضروری اجازت نامہ حاصل نہیں کیا۔ مزید برآں سپیلے ملک پاک نے کے بی سی اے سے اجازت حاصل کیے بغیر ہی تعمیری کام کا آغاز کر دیا۔ ایس بی سی اور ڈی نینس کی دفعہ 7-A کے تحت غیر قانونی تعمیر سر یہ مہر کی جاسکتی ہے اور اسے منہدم بھی کیا جاسکتا ہے۔

علاقے میں فیکٹری کی تعمیر صحت اور تعلیمی اداروں کے لیے مکمل طور پر وبال جان اور باعث زحمت ثابت ہوگی، کیونکہ اس سے ٹریفک کا اژدہا پیدا ہوگا، جو لازمی طور پر

اعلان اسٹاک ہوم 1972ء کے اصول 2 کا حوالہ دیا گیا جو ذیل میں حاضر ہے: ”زمین کے قدرتی ذرائع جن میں ہوا، پانی، زمین، اجازت۔ جانور خصوصاً قدرتی ماحولیاتی نظام کے تمام حصوں کی حفاظت لازم ہے تاکہ نظام منسوخ نہ ہو۔ بددی یا انتظام جو بھی مناسب ہو اس سے موجودہ اور مستقبل کی نسلیں فائدہ اٹھاسکیں۔“



مقررین نے اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ اگر ساخت کے ڈیزائن میں کسی تجاویز یا انحراف کی ضرورت ہو تو تعمیر کا کام فوری طور پر روک دینا چاہیے اور نافذ ہونے والے قوانین و ضوابط پر مکمل عملدرآمد کی یقین دہانی کے بعد نئے ڈیزائن کی منظوری حاصل کی جائے اس کے بعد ہی دوبارہ کام کا آغاز کیا جائے۔

مقررین نے یہ مشورہ بھی دیا کہ بالائی چھت یا زمینی منزل یا تہہ خانے کی تعمیر کھوکھلی ہو اور یہ جگہ پارکنگ یا اسٹوریج کے لیے استعمال کی جارہی ہو تو اس کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے کیونکہ ایسی عمارت زلزلے کے جھکوں میں انتہائی غیر محفوظ ثابت ہوتی ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایسی تعمیر کی اجازت نہیں ملنی چاہیے جہاں عمارت ایک دوسرے سے ملتی ہوں، کیونکہ طاقتور زلزلے کی صورت میں وہ ایک دوسرے پر آگرگیں گی اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔

انہوں نے مزید سفارش کی کہ عمارتوں کی بناوٹ۔ جسامت اور ساختی نظام میں ساختی ترتیب اور اجزا کا معیاری ہونا ضروری ہے یہ اس حد تک بوجھ اٹھائیں گے کہ یہ سکون اور جمود کی قوتوں کی زمین تک ایک براہ راست اور بلا رکاوٹ بہاؤ کو یقینی بنائیں۔ اسی لیے تعمیر و تبدل کے بغیر یکساں طور پر منقسم مادے یا مواد کے ساتھ تناسب اور موزونیت کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔

(ریحانہ افتخار)

زلزلاتی قوانین تیار کیے جائیں جن میں زلزلاتی خدشات کی سطح، عمارت کی اقسام اور تعمیر میں استعمال ہونے والے سامان اور طریقوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی ڈیزائننگ اور عمارتی ساخت کی تفصیلات شامل ہوں

انہوں نے کہا اس مشق اور رویے کے باعث شہری معاشرے اور فوج کے درمیان ایک خلیج پیدا ہوگی ہے اور جس سے معاشرے میں بدعنوانی کو فروغ ملا ہے۔ ملک میں زلزلاتی خطے کا نقشہ تیار کیا جائے جسے امکانی شدت کی رو سے مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

انہوں نے یہ تجویز کیا کہ زلزلاتی قوانین تیار کیے جائیں۔ جن میں زلزلاتی خدشات کی سطح، عمارت کی اقسام اور تعمیر میں استعمال ہونے والے سامان اور طریقوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی۔ ڈیزائننگ اور عمارتی ساخت کی تفصیلات شامل ہوں۔ دراصل تعمیر میں ان قوانین و ضوابط کے نفاذ کے لیے کوئی طریقہ کار بھی وضع ہونا ضروری ہے اور کسی صورت میں بھی ان تعمیراتی قوانین و ضوابط کی موزونیت اور صحت استعمال کو قابل مستثنیٰ قرار دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے خصوصاً سرکاری عمارت سمیت اسکولوں کو ہرگز مستثنیٰ نہیں ہونا چاہیے۔

رکتا ہے۔ پانی کے بغیر یہ زمین صحرا ہوگی۔ مدعا علیہ نمبر (2) کے معزز سینئر وکیل نے گزارش کی ہے کہ اس وقت زیر زمین پانی کے استعمال یا کنٹرول کے انتظام کے لیے کوئی قانون موجود نہیں ہے اور کیرالا گراؤنڈ واٹر (کنٹرول اینڈ ریگولیشن) ایکٹ 2002 ابھی تک نافذ نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ سینئر وکیل نے گزارش کی ہے کہ مدعا علیہ (2) کسی بھی مقدار میں اس زیر زمین پانی کو نکالنے کے لیے آزاد ہے جو اس کی ملکیتی زمین کے نیچے دستیاب ہے۔ یہ کہا گیا کہ ایک اچھے ہمسائے ہونے کی حیثیت سے شاید یہ اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ زیر زمین پانی کا ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کرے، جس سے پڑوس میں رہنے والے دیگر افراد متاثر ہوں۔ قانونی طور پر مدعا علیہ نمبر (2) کے زیر زمین پانی کو نکالنے کے حق پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ قانون کی حاکی فرد کے ہر اس عمل کو محفوظ دیتی ہے۔ جس کی قانون میں ضروری ممانعت نہ ہو، چنانچہ زیر زمین پانی نکالنے کا بلا روک ٹوک حق کا مطالبہ کیا گیا۔

بھارت کی سپریم کورٹ کے ایک اور مقدمے ریاست تامل ناڈو بمقابلہ ہند اسٹون (1981) (2) (ایس سی 205) صفحہ 212 کا حوالہ بھی دیا گیا جو درج ذیل ہے۔

”دریا۔ جنگلات۔ معدنیات اور ایسے دیگر تمام ذرائع ایک قوم کی قدرتی دولت کو مرتب کرتے ہیں۔ ان ذرائع کو کسی ایک نسل

انجام کار سی ایم اے نمبر 3717/2004 مل گیا اور عبوری حکم تاریخ 24 مئی 2004ء جس میں وقتاً فوقتاً توسیع ہوتی رہی تھی اس مقدمے تک مستقل ہو گیا۔ اس دوران مدعا علیہ نمبر (1) (جھیلے ملک پاک لمیٹڈ) کو علاقے میں بوتلوں کا پلانٹ لگانے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی تجارتی/صنعتی سرگرمیوں سے باز رہنے کا حکم دیا گیا نتیجتاً سی ایم اے نمبر 5343/2004 جو مدعا علیہ نمبر (1) کی جانب سے دائر کیا گیا تھا خارج کر دیا گیا۔

بقیہ: شہری سیمینار

ماہرین کی ایک بڑی تعداد بشمول نعیم بخاری (شہری)، نور الدین احمد (سول انجینئر)، مشتاق داد (اسٹریکچرل انجینئر) اور قاضی فائز عیسیٰ نے بلڈنگ قوانین اور ان کے معیار سمیت بعض پُراندیشہ تنقیدی مسائل کی نشاندہی کی۔ مقررین نے شہری عہدوں مثلاً

ریلیف کمشنر اور تعمیر اور بحالی کے کام کے اداروں میں فوجی افسران کی تعیناتی پر کٹ چینی کرتے ہوئے کہا کہ اس عمل نے فوج کے تصور کو داغ دار بنا دیا ہے۔ انہوں نے دلائل دئے کہ مہارتوں اور علم کے حامل شہری ان فرائض کو بہتر انداز میں سرانجام دے سکتے تھے۔

شہری سی بی ای کا پندرہواں سالانہ اجلاس

منعقدہ 4 جون 2005ء (شہری دفتر)

شہری سی بی ای کا

سالانہ اجلاس عام

منعقدہ 4 جون 2005ء

بمقام شہری آفس

مندرجہ ذیل ایجنڈے

پر بحث کے لیے

منعقد ہوا

چیئر پرسن:

برہ لوینڈ ڈی سوزا

وائس چیئر پرسن:

ڈاکٹر ایش۔ رضاعلی کردویزی

جنرل سیکریٹری:

ایمر علی بھائی

خزانچی:

شیخ رضوان مہدالہ

ارکان:

خلیب احمد

شیف اسے ستار

ڈیرک این

تصدیق/توثیق کرنا اور اس کی تصدیق و

توثیق کے لیے خصوصی قرارداد پاس کرنا۔

6- چونکہ یہ انتخابات کا سال ہے اس لیے

سالانہ عام اجلاس کے بعد انتخابات کا

انعتاد ہوگا تاکہ نئی مجلس عاملہ منتخب کی

جاسکے اور نئی مجلس عاملہ کے ناموں کا

اعلان کیا جائے۔

7- صدر کی اجازت سے دیگر امور پر بحث۔

واجبات (ممبر شپ) کی ادائیگی۔

شہری سی بی ای کی مجلس عاملہ میں اگلے دو

برسوں کے لیے منتخب ہونے والے ارکان

مندرجہ ذیل ہیں۔

سی بی ای کا پندرہواں سالانہ عام

اجلاس مندرجہ ذیل ایجنڈے پر

بحث کے لیے منعقد ہوا۔

1- 21 اگست 2004ء بروز ہفتہ کو منعقد

ہونے والے چودھویں سالانہ عام اجلاس

کی کارروائی کی روداد کی تصدیق کرنا۔

2- سوسائٹی کے طریق کار سے متعلق سالانہ

رپورٹ کو اختیار کرنا۔

3- 31 دسمبر 2004ء کو ختم ہونے والے

عرسے کے لیے اکاؤنٹس کے آڈٹ شدہ

گوشواروں کو اختیار کرنا۔

4- سال 2005ء کے

شہری سرگرمیاں

آڈیٹوں کی تقرری

اور ان کے

معائنے کا تعین

کرنا۔

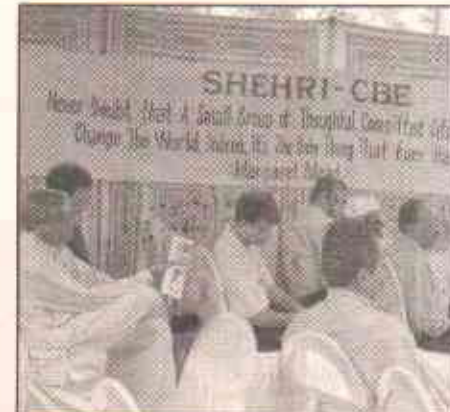
5- شہری سی بی ای

ایسوسی ایشن کی

دفعات میں ترامیم

اختیار کرنا اور

شہری رپورٹ



بنیادی ڈھانچے کی ازسرنو تعمیر

مستعد منصوبہ بندی لازمی ہے

صورت میں کسی کی موت کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ پہلے تو پتھر کے بلاکوں کو بالکل نچلے حصے میں چند فٹ تک استعمال کیا جاتا تھا تا کہ ان پر بقیہ دیواریں مضبوطی سے کھڑی ہو سکیں۔ بعد میں معاشی مجبوروں کے ساتھ ساتھ لاطینی کے باعث کنکریٹ بلڈنگ میٹریل کا معیار اور تناسب متاثر ہوئے۔ جس کی وجہ سے ان مکانات کی مضبوطی اور پائیداری بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

مالی وسائل کے باعث کبھی بکھار مٹی، لکڑی اور پلاں کی چھتوں کی جگہ نالی وارڈن کی چادریں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ مٹی کی دیواریں اور پلاں کی چھت سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں اتنی ٹھنڈی رہتی ہیں کہ پیکھوں کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اس کے برعکس ٹن کی چھتیں تیز دھوپ میں گھر کو گرم کر دیتی ہیں اور سردی کو بھگانے میں بھی ناکام رہتی ہیں۔ کنکریٹ کی چھتیں ڈالنے کی جن میں سکت ہے وہ ان چھتوں کے زمین بوس ہونے کی صورت میں سر کی چوٹوں اور ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کا خطرہ مول لیتے ہیں اور اس آفت اور سانحے میں بالکل یہی کچھ ہوا ہے۔ یہ اس لیے بھی کہ اب دیواریں اس نمونے پر تعمیر نہیں ہوتیں کہ زلزلے کے جھکے آنے پر وہ اندر کی بجائے باہر کی جانب گریں۔ لیکن پھر کسی نے انہیں بہتر مشورہ بھی تو نہیں دیا۔

گزشتہ 200 برسوں میں 2100 کلومیٹر کے مالیائی خطے میں پانچ

رہی ہے۔ بظاہر یہ سب کچھ بے ضرر معلوم ہوتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں مربع میل پر پھیلے ہوئے علاقے کو بری طرح متاثر کرنے والا یہ ایک خوابیدہ لیکن متحرک دیو ہے۔ آخر دباؤ اور تناؤ چٹانوں کے ٹوٹنے کا باعث بنتے ہیں تو انڈین پلیٹ اچانک آگے کو دھکیلتی ہے جس کا نتیجہ زلزلے کی صورت میں نکلتا ہے اور شمالی علاقوں میں یہی کچھ ہوا ہے۔

شمالی علاقوں کے قدیم ہنرمند کاریگر اور بلڈرز اپنے صدیوں پرانے علم اور معلومات کی بدولت یہ جانتے تھے کہ وہاں ایسے مکانات تعمیر ہونے چاہئیں جو زلزلے کے جھکوں کو سہار سکیں۔ لیکن شہروں کے جدید طرز کے خوبصورت مکانات کی طرز تعمیر نے مقامی لوگوں کو ایسا متاثر کیا کہ انہوں نے اپنے قدیم علم کو طاق پر رکھ دیا اور وہ بھولی بھولی داستان بن گیا۔

ان علاقوں میں جہاں بھی معاشی حالات نے اجازت دی خصوصاً جہاں گھر کے مرد بہتر مستقبل کے لیے غیر ممالک چلے گئے وہاں لوگوں نے شہروں کی طرح کنکریٹ کی سیدھی چھتوں اور بھاری بھرم دیواروں والے نئے مکانات تعمیر کر لیے یا جدید طرز کو اپناتے ہوئے پرانے مکان میں توسیع کی۔ جدت کی تلاش میں بہت سے لوگوں نے زمین کو تھامنے کے لیے لکڑی کے فریم اور پلاں کی دیواروں کا استعمال ترک دیا۔ حالانکہ ان کے گرنے کی

ایک قیامت خیز المیہ ریاست کی قلعی کھول دیتا ہے کہ وہ اپنے لوگوں خصوصاً غیر مراعات یافتہ طبقے کی دیکھ بھال کس طرح کرتی ہے۔ آفت سے نمٹنے کے لیے ان کو معلومات سے کس حد تک لیس کرتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ شمالی علاقوں کو زلزلے نے جس شدت کے ساتھ متاثر کیا ہے اس سے ترقی یافتہ ملک کا بھی بنیادی ڈھانچہ تباہ و برباد ہو سکتا تھا۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ متاثرہ علاقے

سیسک فالٹ لائن پر واقع ہیں اور یہاں زلزلے کے جھکے آتے رہتے ہیں۔ مٹی کے تودے اور چٹانیں گرتی رہتی ہیں۔ جنگلات کی کٹائی نے صورتحال کو مزید خرابی سے دوچار کیا ہے۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا جب کولور یڈو یونیورسٹی کے ماہر ارضیات راجر بلیم نے کہا تھا کہ جنوبی ایشیا میں ایک بڑا زلزلہ آنے والا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جن افراد کو اس پیشگوئی پر توجہ دینی چاہیے تھی۔ انہوں نے اسے درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا۔ اگرچہ کہ ماہر ارضیات کے اس مطالبے کی بنیاد سیٹلائٹ ڈیٹا پر تھی۔ انہوں نے علاقے کی گزشتہ 30 برس کی سیسک تاریخ کا دو بارہ جائزہ لیا تھا اور اس بات کو دہرایا تھا کہ انڈین پلیٹ کوک پلیٹ دو سینٹی میٹر سالانہ کے حساب سے یوریشین پلیٹ کو شمال کی جانب مسلسل دھکیلی

کولور یڈو یونیورسٹی کے ماہر ارضیات راجر بلیم نے کہا تھا کہ جنوبی ایشیا میں ایک بڑا زلزلہ آنے والا ہے صاف ظاہر ہے کہ جن افراد کو اس پیشگوئی پر توجہ دینی چاہیے تھی انہوں نے اسے درخور اعتنا نہیں سمجھا

زلزلے کے بعد

نجمہ صادق



ساکھ کو قائم کرنا ہوگا۔ جب کرتا دھرتا ہے ایمان اور غفلت سے صاف بچ نکل جائیں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حکومت دودھ سے دھلی ہے۔ مارگلہ ٹاورز کا باب ہم سب کے سامنے ہے۔

دنیا بھر میں زلزلے کے علاقے کے باسیوں سے اشارہ اور ہدایت کچھ بھی لے سکتے ہے کہ گھر میں پہلے سے موجود ایسی بہت سی اشیاء ہوتی ہیں جنہیں فوری طور پر کام میں لایا جاسکتا ہے جو نسبتاً سستی پڑتی ہیں اور اضافی خرچ بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک مضبوط کھانے کی میز کی ضرورت ہے جس کے مضبوط رات آرن کے پائے ہوں۔ بالائی حصہ شیشے یا ماربل کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

میز کی سطح کا مضبوط ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اس کی لکڑی کی مضبوط بھاری بھر کم ٹانگوں کا ہونا، ہم ہے، کیونکہ لوگوں کو لٹھ بھر میں بھاگ کر اس کے نیچے پناہ لینی ہوگی۔ عمارت زمین یوں ہوتی ہے تو (خصوصاً بلند و بالا عمارات میں رہنے والے تیزی سے نیچے نہیں اتر سکتے) تو انہیں میز کے نیچے غیر معینہ وقت کے لیے پناہ لینی ہوگی۔ میز کے نیچے پانی کی چند بوتلیں اور بسکٹ کے چند پیکٹ رکھنے کی عادت کو اپنانے کا خیال بھی کچھ ایسا برا نہیں ہے۔

(بشکریہ: روزنامہ ڈان)

ایک بستہ باقی ہے

کہاں پر کھائی اسکول کی تھنٹی

کہ جو پھنٹی کا ایک اعلان بن کر

ان تھنٹے چروں کو بہاتی

نقشا اک موت کی آواز ہے

جس نے

ابدی تیندکے سامنے میں سب کو لے لیا

نصاب اسکول کی تھنٹی،

نہ وہ بوز حاسا جو کیدار باقی ہے

تو پھراست دو ستوا

کیا اب کوئی آواز باقی ہے؟

نہیں، کوئی نہیں

نقشا اک متخل ہے، ایک بستہ ہے

جو باقی ہے، تو آواز

ایک نیا اسکول بھر کھولیں

گھر متخل سے،

بیتے سے اسکول کہاں کھلتے ہیں

تو چاؤ، بھر دردا جا کر کئے بچوں کو

لے آؤ، کہ کیا تو تھا

گھر اس گاؤں میں کوئی بھی اب پر نہیں باقی

نقشا ایک متخل ہے، ایک بستہ ہے جو باقی ہے

گھر متخل سے بیتے سے کہاں اسکول کھلتے ہیں

(ڈاکٹر ہلال نقوی)

جو کمزور پہلو میں ان کو تقویت دے سکتے

ہیں۔ خصوصاً بلند و بالا عمارات میں جہاں

سے زلزلے کے دوران باہر نکلنا مشکل ہوتا

ہے۔ حکومت کو بھی اپنی معیشت، اعتبار اور

دوبارہ تعمیر کے لیے بڑے پیمانے پر معاہدوں کے مواقع مہیا کرتے ہیں۔ اس لیے منصوبہ بندی اور تعمیر کے لیے ہر مرحلے پر سخت نگرانی اور چھاننی کے عمل کو برقرار رکھنا ہوگا۔

جنوبی ایشیا، مشرق قریب اور مشرق وسطیٰ میں بدترین زلزلوں اور ان کے بعد اٹھائے جانے والے بحالی کے اقدامات کی کیس اسٹڈیز پیش کی گئیں ہیں۔ ان میں مہاراشٹر (انڈیا) میں 1993ء میں آنے والے زلزلے کی کیس اسٹڈی ایک مثال پیش کرتی ہے کہ ”کیا نہ کیا جائے، اور کیسے نہ کیا جائے“۔

عالمی بینک نے زلزلہ زدگان کی بحالی اور نوآباد کاری کے لیے قرضے کی پیشکش کی ہے جو ایک برا خیال ثابت ہوگا۔ کیونکہ بیسویں صدی کے طرز کی ٹیکنالوجی پہاڑوں کے حالات سے کسی طرح بھی میل نہیں کھاتی۔ حالانکہ عالمی بینک یہ قرضہ کم شرح سود پر فراہم کرے گا جس کی مدت ادائیگی 30 برس پر محیط ہے اس کے علاوہ مہلت کے 10 برس مزید مل سکتے ہیں۔ ابتداء میں اندازہ تھا کہ بحالی کے لیے 2 ارب روپے کی ضرورت ہوگی اب یہ رقم بڑھ کر 12 ارب روپے ہو گئی ہے۔ 52 گاؤں ایسے ہیں جہاں 70 فیصد مکانات 27,000 نئے مکانات کو تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔

تباہ ہو جانے والی عمارتوں اور مکانات کو کیا ہوگا؟ کیونکہ ہمارے شمالی علاقوں کے شہروں (مظفر آباد سمیت) کے باسیوں میں بہت کم ایسے ہوں گے جو ان کی دوبارہ تعمیر کی سکت رکھتے ہیں۔ لوگ ایسے ماہرین تعمیرات سے مشورہ کر سکتے ہیں جو زلزلے سے محفوظ ٹیکنالوجی کا علم رکھتے ہیں۔ وہ ان سے اپنے مکانات کے ڈھانچے کی کیفیت کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں

بڑے زلزلے آپکے ہیں لیکن پاکستان نے کبھی بھی سنجیدگی کے ساتھ خود کو ایسے حادثات سے نمٹنے کے لیے تیار نہیں کیا۔ اگرچہ کہ یہ انتہائی پرخطر علاقے میں واقع ہے۔ بہت سے ممالک روایتی آزمودہ اور زلزلے سے محفوظ ٹیکنالوجی کو مزید ترقی دینے کی بجائے انہیں متروک کر رہے ہیں اور ان کی جگہ کنکریٹ تعمیرات کو ترجیح دے رہے ہیں جو پہاڑی علاقوں کے لیے کسی طرح بھی موزوں اور مناسب نہیں ہیں۔

گزشتہ صدی میں زلزلے سے ہونے والی اموات اور نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ 2000ء میں آئی کوسوس نے ترکی میں ”روایتی عمارات کی سیمک کارکردگی“ کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا تھا۔ ترکی اکثر پیشتر زلزلوں کا نشانہ بنا رہتا ہے۔ اس کانفرنس کے انعقاد میں یونیسکو اور دیگر ڈونرز نے بھی تعاون کیا تھا۔ اس کا مقصد پہاڑوں پر محفوظ تعمیرات کے مناسب علم کو اجاگر کرنا تھا جو ریکٹر اسکیل پر اعلیٰ درجے کے جھکوں کو اگر سہارہ نہیں تو لوگ نسبتاً کم تعداد میں موت کا شکار اور زخمی ہوں۔ ان باتوں کی نشاندہی بھی کی گئی کہ ماضی کی کن چیزوں کو برقرار رکھا جاسکتا ہے مستقبل کے لیے مقامی اور علاقائی ارضی صورتحال، دستیاب خام مال، ضرورتوں اور ثقافت کے مطابق انہیں ممکنہ حد تک کس طرح مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے اور جانی و مالی نقصان سے کس حد تک محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

اب جبکہ بحالی اور نوآباد کاری کے لیے ہر طرف سے امداد آرہی ہے تو یہ بہت ضروری ہو گیا ہے کہ بحالی اور نوآباد کاری پر خرچ ہونے والی اس بڑی رقم کے لیے بہت سوچ بوجھ سے کام لیا جائے اور سخت رہنما اصول وضع کیے جائیں۔ کیونکہ آفت، سانحات جیسے جنگیں وغیرہ بنیادی ڈھانچے کی

موسموں اور زلزلوں کی صنعت کاری

موسم بہت بڑی طاقت ہے یہ جب کسی کے ہاتھ میں آجائے تو وہ اپنے دشمن کی فصلوں کو برباد کر کے دنیا بھر کی معیشت میں دخل اندازی کر سکتا ہے

کے تمام براعظموں اور سمندروں میں زلزلے آتے رہے ہیں لیکن زمین کی موجودہ صورتحال مختلف نظر آتی ہے۔ یعنی زلزلوں کی تعداد میں اچانک اضافہ ہوا ہے۔ زلزلوں کی شدت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ زلزلوں کے مخصوص علاقوں کے علاوہ نئے علاقوں میں بھی زلزلے آنے لگے ہیں۔ چند زلزلوں میں باہمی تعلق نظر

آتا ہے۔ ماہرین ارض حالیہ زلزلوں کے اسباب اس طرح بیان کرتے ہیں۔ زمین سے کئی ملین ٹن تیل اور گیس نکالی گئی۔ زمین سے کئی ملین ٹن معدنیات اور پتھر نکالے گئے اور زیر زمین نیوکلیئر ٹیسٹنگ اور زلزلوں کے درمیانی تعلق کو یہ مثالیں مضبوط کرتی ہیں۔ 19 جون 1992ء کو امریکہ نے نیواڈا ریاست میں زیر زمین نیوکلیئر ٹیسٹنگ کی جس کے 3 دن بعد 176 میل کے فاصلے پر مورڈو میں 7.6 ریکٹر کا زلزلہ آیا ایک جغرافیہ دان کا کہنا ہے کہ جغرافیائی حقائق اور خصوصی علاقوں میں نیوکلیئر ٹیسٹ کی تاریخوں میں مماثلت محض اتفاق نہیں۔ 20 جولائی 1976ء میں شمال مشرقی چین میں 8.2 ریکٹر کا زلزلہ آیا جس میں 8 لاکھ افراد جان بحق ہوئے۔ اس زلزلے کے 5 دن پہلے فرانس نے بحر الکاہل میں ایک بم کی ٹیسٹنگ کی تھی، اس کے 5 دن بعد امریکہ نے نیواڈا میں ٹیسٹنگ کی جس کے 24 گھنٹے بعد چین میں شدید زلزلہ آیا۔ یہ معلومات حاصل کر کے بیرونی ذہنی پریشانی مزید بڑھ گئی ہے۔ بہت سے سوال

ذہن میں آ رہے ہیں۔ جواب؟

(آئی پی ای نیچر سروس)

پاگل کو میرا ذاتی فون نمبر مل گیا ہے۔“ چند روز بعد پھر فون بجا۔ صدر نے اٹھایا اور چلایا ”تم میرا ملک تباہ کر رہے ہو، زمینوں میں سیلاب آیا ہے اور دیہات۔۔۔“ صدر کی آواز بیچانی تھی ”یہ کب تک جاری رہے گا“ ٹیلی فون کی اس طرف سے آواز آئی ”تب تک کہ مجھے دو بلین ڈالرز مل جائیں۔“

یہ تمام باتیں کہانی نویس کے تخیل کی اختراع ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ 1978ء میں امریکہ نے ویکسٹن کے چھ سے زائد ممالک میں مصنوعی موسلا دھار بارش کی تخلیق کا تجربہ کیا تھا۔ طوفان میں 175 میل فی گھنٹہ کی رفتار کی ہوائیں پیدا کی گئیں۔ اس تجربے پر 50 ملین ڈالر کے نقصانات ہوئے۔ اس دوران روس نے ایک ایسا سسٹم تیار کیا جس سے موسم میں غیر معمولی تبدیلیاں آئیں۔ خشک سالی، سیلاب اور طوفان آنے لگے۔ موسم بہت بڑی طاقت ہے۔ یہ جب کسی کے ہاتھ میں آجائے تو وہ اپنے دشمن کی فصلوں کو برباد کر کے دنیا بھر کی معیشت میں دخل اندازی کر سکتا ہے۔

روس اور امریکہ کے درمیان موسم کی صنعت کاری خطرناک حد تک بڑھ گئی تو ان دونوں طاقتوں کے مابین 1977ء میں ایک معاہدہ طے پایا کہ وہ ہجرتی مقاصد کے لئے موسم میں ترمیم نہیں کریں گے۔ یہ سب موسم کی باتیں ہیں مگر زیر زمین سے اٹھنے والے زلزلے!!!

ماہرین ارض کے مطابق زلزلہ اس حرکت کا نام ہے جو قشر ارض کے اندر ٹوٹ پھوٹ، ٹکٹنیں یا سلوسٹس پڑنے اور چٹانوں میں شگاف پڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا

تاریکی سے خوفزدہ ہو“ کی تلاش تھی۔ میں اسے کتابوں کی الماریوں میں ڈھونڈتی رہی۔ نہیں ملی۔ بالآخر دو پتھر میں گاڑی نکالی اور یونیورسٹی روڈ پر ریڑھیوں کے کتب بازار سے ناول کی ایک اور کاپی لے آئی۔ سڈنی شیلڈن کہانی کار ہے۔ وہ فاکنر کا نکالا مارکیز کے پائے کا ادیب نہیں ہے لیکن ہر بار اس کے پاس ایک دھڑکتی ہوئی اسٹوری لائن ہوتی ہے۔ اس ناول میں اس نے سائنسی دہشت گردی کی کہانی لکھی ہے۔

ناول کا ایک کردار کہتا ہے ”موسم اب ہمارے اختیار میں ہے۔ ہم چاہیں تو فلوریڈا کی شدید گرمی کے موسم میں ٹرالہ باری کر دیں۔ ہمارے ہاتھ میں اب ایسی ٹیکنالوجی ہے کہ طبعی دنیا ہماری گرفت میں آگئی ہے۔ جرمنی میں قحط پڑا، تقریباً ایک سو اموات ہوئیں اور کئی ملین ڈالرز کی فصلیں تباہ ہو گئیں۔ یورپ میں آئے دن طوفان آتے رہتے ہیں۔ دنیا بھر میں لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ کزہ ارض کا توازن بگڑنا شروع ہو گیا ہے۔ گئے نئے مالا، بیرو، میکسیکو اور اٹلی میں آنے والے طوفانوں سے سائنس دان بولکھا گئے ہیں۔ پرتگال ایک چھوٹا سا ملک ہے، جس کے دریا سمندر میں گرتے ہیں۔ اگر وہاں مسلسل بارش ہوتی رہے تو ملک ڈوب جائے گا۔ شیلڈن کا کردار پرتگال کے صدر کو فون کرتا ہے۔ ”مجھے آپ کے ملک سے محبت ہے۔ میں اس کی بربادی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اگر تم یہ نہیں چاہتے کہ اذیت ناک طوفان تمہارے ملک کو دنیا کے نقشے سے مٹا دے تو تمہیں دو بلین ڈالر دینے ہوں گے۔ میں تمہیں پھر فون کروں گا۔“ صدر پرتگال نے فون ہیچ کر اپنی بیوی سے کہا ”کسی

ہماری ملکی تاریخ میں ایک اندوہناک موڑ آیا، زمین ایسی لرزی کہ پوری قوم دہل گئی، ایک غریب ملک مزید غریب ہو گیا۔

چند ماہ قبل سونامی کے زلزلے کے بعد بنگلہ دیش میں ایک کانفرنس کے اختتام پر مندو میں ہوا کہ ایئر پورٹ جانے والی بس میں سوار تھے۔ میرے قریب سر لٹکا کی ایک مندوب بیٹھی تھیں۔ میں نے ان کے اہل خانہ کی خیریت دریافت کی۔ ساتھ ہی یہ جملہ منہ سے نکلا ”مجھے یہ طوفان فطری نہیں لگتا۔“

اس وقت تک اس ضمن میں میری معلومات صفر تھی۔ وہ تو محض میرا وہم تھا۔ سری لنکا کی مندوب نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ سر بلا کر خاموش ہو گئیں۔ وقت بھی نہیں تھا کہ کسی بحث میں الجھتے۔ حالانکہ وہ پڑھے لکھے ملک میں رہتی ہیں۔ ان کے ہاں شاید اس قدر سادہ لوح عورتیں نہ ہوں جیسی وہ میری ہم وطن جو پاکستان میں زلزلے کے بعد ٹی وی پر کہہ رہی تھیں ”ہنگامی اتنی ہوگی ہے، پھر یہ جو کیبل چلتی ہے، تباہی تو ہونی ہی تھی۔“

ان تمام دنوں میں، میں بھی اور بہت سے لوگوں کی طرح ٹی وی اور اخبارات میں الجھی رہی۔ دل میں بار بار ایک ہوک سی اٹھتی کہ یہ زلزلہ فطری نہیں ہے۔ کہیں سے مجھے اس کی تائید نہیں ملی۔ کوئی کچھ نہیں لکھ رہا۔ سوائے ہمدردیاں جتانے کے۔ ٹھیک بھی تو ہے سر دست قوم کی اولین ترجیح یہی ہے کہ زلزلے کے متاثرین کوغدا، دوا اور پناہ فراہم کی جائے۔ مجھے سڈنی شیلڈن کا نیا ناول ”کیا تم

پاکستان کے تاریخی اٹاٹوں کے تحفظ کے لیے قومی پالیسی

لاہور منشور کے ایک مختصر جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ ایک مکمل اور جامع دستاویز ہے جس میں ورثے کے تحفظ کے لیے اہم متنوع پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا تھا

جبکہ ملک کے تاریخی اٹاٹوں کے تحفظ کے لیے قومی پالیسی کا مسودہ تیار کرنے کی کوششیں جاری ہیں جنرل آف ریسرچ ان آرکیٹیکچر اور پلاننگ، این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی نے لاہور منشور کی نشاندہی کی ہے جو بطور مذکورہ قومی پالیسی کے استعمال کیا جاسکتا ہے

پاکستان کے تحفظ کے لیے کوئی منشور یا پالیسی مرتب کرنے کی کوئی کوشش کبھی نہیں کی گئی۔ تحفظ اور ثقافتی ورثے کے مسئلے پر کام کرتے ہوئے ادارتی ٹیم کو ایک ایسی دستاویز پیش جو محکمہ آثار قدیمہ میں گزشتہ پندرہ برسوں سے فائلوں میں دبی ہوئی تھی۔ کسی نے اس کے بارے میں چھان بین نہیں کی۔ کسی نے اس پر نظر نہیں ڈالی۔ اسے یکسر بھلا دیا گیا تھا۔ یہ قومی منشور برائے تحفظ و نگہداشت ثقافتی ملکیت۔ لاہور 1989ء ہے۔ اسے بطور منشور لاہور بھی جانا پچھانا جاتا ہے۔

اس دستاویز کی تخلیق اور بنیاد 1989ء میں رکھی گئی جب شعبہ آثار قدیمہ کے اس وقت کے ڈائریکٹر جنرل نے دورانہدیشی سے کام لیتے ہوئے قدیم عمارات کے تحفظ اور نگہداشت کرنے والے ماہرین کے لیے ایک تربیتی ادارے کے قیام کی کوشش کی۔ اس ادارے کا نام پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ٹریننگ اینڈ ریسرچ تھا۔ یہاں تاریخی عمارات اور ثقافتی ملکیت سے منسلک ماہرین کے لیے مختصر مدت کے کورسز کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس ادارے کے لیے جن نصابی کورسوں کی منصوبہ بندی کی گئی تھی ان میں اعلیٰ تربیت برائے تحفظ ثقافتی ملکیت کا کورس بھی شامل

میں ورثے کے تحفظ کے لیے ایک قومی پالیسی تیار کرنے کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ مقامی تنظیمیں بین الاقوامی کمیونٹی خصوصاً یونیسکو کے تعاون سے پاکستان میں ایک قومی سطح کی پالیسی بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں تاکہ پاکستان میں موجود قدیم عمارات کے ورثے کے تحفظ کو یقینی بنایا جاسکے۔ ان واقعات اور اخبارات میں شائع ہونے والی رپورٹوں سے یہ تاثر اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں اب تک قومی سطح پر ورثے

تحفظ ورثے

شہری رپورٹ

منشور لاہور

منشور لاہور کو ملٹی ڈسپلنری کنزرویشن کورس اراکین کیلئے اس کورس کا انتظام شعبہ آثار قدیمہ اور عجائب گھر کے ڈاکٹر احمد نبی نے کیا تھا۔ یہ تین ماہ کا کورس تھا جسے سربرنارڈ فیلڈن نے پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف آرکیولوجیکل ٹریننگ اینڈ ریسرچ میں مکمل کرایا۔ یہ ادارہ 1989ء میں لاہور کے قلعے میں قائم ہوا۔ طلباء نے وینس منشور اور آسنریلوی بورا منشور کے مطالعے کے بعد کورس کے اختتام پر لاہور منشور کا مسودہ تیار کیا



پاکستان کے لیے قومی سطح کی تحفظ پالیسی کو مرتب کرنے کا خواہشمند کوئی بھی فورم اسے ایک نقطہ آغاز کی حیثیت سے لے کر بحث و مباحثے کی ابتداء کر سکتا ہے۔

(مسودہ) قومی منشور برائے تحفظ و نگہداشت ثقافتی ملکیت (لاہور 1989ء)

1.0 دیباچہ

1.1 پاکستان اپنے خصوصی جغرافیائی اور سماجی پس منظر کے ساتھ ثقافتی ارتقاء اور مسائل کی تاریخ کا حامل ہے۔ بین الاقوامی منشور برائے تحفظ و بحالی یادگار اور فروخت (وینس 1966) اور ICOMOS کی پانچویں جنرل اسمبلی کی قرارداد 1978ء کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تجویز پیش کی گئی کہ مندرجہ ذیل منشور کو پاکستان کے لیے اختیار کیا جائے۔

2.0 مقاصد

2.1 نئی الوقت تاریخی اندراج اور جسمانی شکل میں جو ثقافتی ورثہ موجود ہے وہ ہم سب کے لیے مشترک ہے جو ہمیں ہماری مشترکہ تاریخ اور مشترکہ مستقبل کا ادراک دیا ہے۔ یہ ہمارے ورثے کا ایک اہم حصہ بھی ہے۔ ہم اپنی موجودہ نسل کے ساتھ ساتھ مستقبل کی نسلوں کے فائدے کے لیے اس کے تسلسل اور اس کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔ اس ذمہ داری کو مشترکہ طور پر اور معاشرے کو نہایت غور و فکر کے ساتھ نبھانا ہوگا تاکہ اس صادق اثاثے کے تسلسل کو یقینی بنایا جاسکے۔

3.0 نمایاں صفات

اس منشور کے مقاصد کے لیے: ثقافتی ملکیت:

اس سے مراد تاریخی یادگاریں،

عمارات، عمارتوں کا مجموعہ یا علاقہ تاریخی باغات۔ آثار قدیمہ کے مقامات اور کھنڈرات، اس کی روایتی، ماحولیاتی ترتیب فنون، سائنس و ٹیکنالوجی یا کوئی حصہ وغیرہ ہے۔ شہری یا دیہی گرد و پیش میں مقامی فن تعمیر غیر معمولی

معیار کا ایک جسمانی ماحول بناتا ہے۔ یہ بھی ثقافتی ملکیت کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

3.2 تحفظ

اس سے مراد وہ تمام عوامل ہیں جو ایک ثقافتی ملکیت کے خصوصی اقدار کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔ اس میں انتظام، بحالی، مزید تقویت دینا، بازیافت اور بازگردانی شامل ہیں۔

3.3 تحفظ

اس سے مراد ثقافتی اثاثے کو اس کی موجودہ حالت کو برقرار رکھنا اور اس کے انحطاط اور زوال کو روکنا ہے۔ اس میں ان کی مہافظت کے لیے دوسری جگہ منتقلی بھی شامل ہے۔

3.4 بحالی

اس سے مراد ثقافتی ملکیت کی اصل ساخت کی واپسی ہے۔ اس عمل میں موجودہ عمارات کو اس کے اصل رنگ و روپ میں لانے کے لیے جدید ترین طریقے بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

4.0 قومی پالیسی

ثقافتی اثاثے کی بحالی اور نگہداشت کا کام ایک یکساں قومی بحالی پالیسی کے تحت سرانجام پانا چاہیے۔ ثقافتی

اثاثے کو تین سطحوں مثلاً قومی، علاقائی اور مقامی سطحوں میں درجہ بندی کے لیے ترجیحات خاکہ بنا کر

ہمارے غائب ہوتے ہوئے ورثے کو بحال کرنے کی ضرورت ہے

اس پالیسی کو مرتب کرنا چاہیے۔ ان کے مطابق دوسرے ضروری امور بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ اس قومی پالیسی

5.3 تحفظ اور نگہداشت کے لیے مداخلت بروقت ہونی چاہیے لیکن اس کی کوششیں کم سے کم ہونی چاہئیں۔ انہیں قابل منسوخ ہونا چاہیے اور مستقبل میں ہونے والی مداخلتوں کے خلاف متعصب نہیں ہونا چاہیے۔ انہیں اصل مواد اور گرد و پیش کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے اور ثقافتی ورثے کی اصلیت کو بدلنے کی کوئی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

5.4 ثقافتی قدر کی اشیاء جو یادگار کے مقام کا ایک اثاثہ حصہ ہوں۔ انہیں صرف اسی وقت ان کی جگہ سے ہٹانا چاہیے جب واحد مقصد ان کی محافظت و نگہداشت کو یقینی بنانا مقصود ہو۔

5.5 بحالی اور احیاء کے عمل کا مقصد یادگار کی تاریخی قدر و قیمت اور حسن و جمال کی نگہداشت اور اضافہ ہونا چاہیے۔ اس عمل کو اس نقطے پر رک جانا چاہیے جہاں سے قیاس آرائی کا آغاز ہوتا ہے اور تمام مداخلتوں کو نمایاں ہونا چاہیے ان پر ہم عصری کا شائبہ بھی لگا ہونا چاہیے۔

5.6 تحفظ کی سرگرمیوں کو عام تعمیراتی سرگرمیوں سے الگ اور مختلف

4.2 قومی تحفظ پالیسی کو باقاعدہ بنانے، وقت کے مطابق ڈھالنے اور مانیٹر کرنے کے لیے تمام متعلقہ اداروں اور روشن خیال طبقے پر مشتمل ایک جمعیت بنانی چاہیے۔

4.3 پالیسی کے اصل مقصد کے مطابق ملک سے باہر لے جائے گئے ثقافتی ورثے کو واپس اس کی جگہ یا اس کے اصل مقام پر لانے کی کوششیں کی جائیں۔

5.0 رہنما اصول

5.1 تحفظ کا مقصد ثقافتی ورثے کی قدر و قیمت کو برقرار رکھنا یا بازیافت کرنا ہے اور حفاظت اور انتظام کے ذریعے اس کے مستقبل کو یقینی بنانا ہے۔

5.2 عوام میں ثقافتی ورثے کے تحفظ اور نگہداشت کی قدر و قیمت اور ضرورت کا ادراک پیدا کرنے کے

- حیثیت سے شناخت کیا جانا چاہیے۔ اسے قومی، علاقائی اور مقامی منصوبہ بندی کی پالیسی کا نمایاں حصہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ہمیشہ قائم رہنے والے خصوصی فنڈ دستیاب ہونے چاہئیں۔ یہ کام تربیت یافتہ، تجربہ کار ماہرین اور ہنرمند کاریگروں اور دستکاروں کے ذریعے کرانا چاہئیں۔ تاریخی عمارات کے تحفظ کے لیے لازمی اور ضروری روایتی تعمیراتی دستکاری کی بقاء کو یقینی بنانا چاہیے اس کے لیے معاشی اور سماجی ترغیبات کی ضرورت ہے۔
- 5.7 روایتی شہری ماحول کی نشاندہی ثقافتی ملکی کی حیثیت سے ہونی چاہیے تاکہ تاریخی گرد و پیش کے اندر اور باہر پائے جانے والے معاشی اور سماجی دباؤ کے ذریعے اس کے امتیازی نشان اور خاصیت کو تبدیل ہونے سے بچایا جاسکے۔ علاقے کی بحالی اور استعمال کی تبدیلی کو موجودہ روایتی نمونے کے مطابق اور مقامی تحفظ پالیسی کو تقویت دینے والا ہونا چاہیے۔
- 5.8 عوام کو تحفظ کی کوششوں میں ایک سرگرم شریک کار بنانا چاہیے۔ ثقافتی ورثہ چاہے نجی ہو یا سرکاری اس کو قومی سرمائے کی حیثیت سے فروغ دینا چاہیے۔ معاشرے کو خفیہ کھدائی کے عمل میں غیر قانونی سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے اور ثقافتی اہمیت کی اشیاء کی تجارت کو ممنوع قرار دینا چاہیے۔ ثقافتی ورثے کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے متعلقہ مقامی عوامی گروپوں کی شمولیت لازمی
- ہے تحفظ کی کوششوں کے لیے رقوم کی فراہمی میں پرائیویٹ ڈونروں کی شرکت کی لازمی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔
- 5.9 ہمارے ثقافتی ورثے کا ایک بڑا حصہ متحرک مذہبی تحریکوں پر مشتمل ہے روایتی وقف نظام کا رخ حفاظتی کوششوں میں حصہ لینے کی جانب کرنا چاہیے۔ تمام مدخلتیں مذہبی یادگاروں کو ان کے استعمال کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے ہونی چاہئیں اور انہیں وفاداروں کے لیے ہمدرد ہونے چاہئیں۔ وہ مستقبل میں ہونے والی مدخلتوں کی اجازت بھی دیں اور جسمانی تاریخی شواہد کو تباہ یا ان میں ردوبدل نہ کریں۔
- 5.10 تمام ثقافتی ملکیت کو مکمل دستاویز بنانے کی کوششیں ہونی چاہئیں۔ تمام مدخلتوں کو کرنے سے پہلے، دوران میں اور بعد میں بھی سائنسی طور پر دستاویزی شکل دینی چاہیے اور ان کا مقصد تاریخی اور آثار قدیمہ کے شواہد کی حفاظت ہونا چاہیے۔
- 5.11 تحفظ کی لازمی شرط اڈل کی حیثیت سے موجودہ قانونی حلقہ کار کا دوبارہ جائزہ لینا چاہیے تاکہ اسے ضرورت کے مطابق تقویت اور مضبوطی فراہم کی جاسکے۔ محفوظ شدہ عمارات کے مقامات اور علاقوں کی مجوزہ حد بندیوں کو ان کے گرد و پیش میں کافی حد تک بڑھانا چاہیے تاکہ ان کے تحفظ کے لیے ان کے قریبی گرد و نواح پر موثر کنٹرول حاصل کیا جاسکے۔
- 5.12 ثقافتی ورثے یادگاروں اور علاقوں کے لیے خدمات اور سہولتوں کو اسی
- وقت بہتر اور اعلیٰ درجے کا بنایا جائے جب وہ ان کی تعمیری، حسن و جمال اور ماحولیاتی اہمیت کو سختی اور احتیاط کے ساتھ تسلیم کر لیں۔
- 5.13 جہاں کہیں بھی ممکن ہو ثقافتی ورثے کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے قدرتی آفات کے خلاف مدافعتی اقدامات کو موثر بنانے کی کوششیں کرنی چاہئیں۔ تباہی قدرتی ہو یا انسانوں کی لائی ہوئی ہو۔ ثقافتی ملکیت کی دوبارہ تعمیر کی خواہش میں باقیات کو ڈھانے کی اجازت کسی بھی صورت میں نہیں ملنی چاہیے۔ اس قسم کی تباہ کاری کے بعد پہلی تدبیر باقیات کی حفاظت ہونی چاہیے۔
- 5.14 مقامات آثار قدیمہ ہمارے ثقافتی اثاثے میں سب سے زیادہ گراں بہا ہیں۔ اس کے باوجود ان کے بارے میں سب سے کم مطالعہ کیا گیا ہے علاقے کی ماضی کی ثقافتوں کے بارے میں ہمارے علم کی دولت کو بڑھانے کے لیے آثار قدیمہ کی کھدائی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ مقامی ذرائع اور ماہرین موجود ہیں اور خواہش مند بھی ہیں، چنانچہ اس مقصد کے لیے اس قوت سے کام لینا چاہیے۔ شہری مراکز بڑھ رہے ہیں۔ اس لیے شہری مراکز کے اطراف معلوم اور نامعلوم تاریخی مقامات کی کھدائی فوری طور پر ہونی چاہیے ورنہ قیمتی شواہد ہمیشہ کے لیے کھو جائیں گے یا پھر پوشیدہ رہ جائیں گے۔
- 5.15 یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ثقافتی ورثہ سیاسی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے سیاحت کے فروغ کی پالیسی کو تحفظ
- کی پالیسی اور کوششوں کے متصادم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بہتر ہوگا کہ سیاحت سے حاصل ہونے والے معاشی فوائد کو مقامی طور پر جذب کیا جائے۔
- 6.0 ترغیبی سرگرمیاں
- 6.1 ثقافتی ورثہ اسی وقت زندہ و جاوید رہ سکتا ہے جب اس کی قدر و قیمت کی جائے اور لوگ خصوصاً نوجوان نسل اس کی قدر دانی کرے۔ ہمارے ثقافتی ورثے کو محفوظ رکھنے کی ایک مثبت قوت ارادی پیدا ہو رہی ہے جس کے فروغ کی ضرورت ہے۔
- 6.2 تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ نشر و اشاعت اور ابلاغ عامہ کے ذریعے تحفظ اور بچاؤ کے فروغ کی تعلیم کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ عوامی ادراک اور دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے خصوصی پروگرام، میٹنگس، نمائشیں اور سیمینار وغیرہ بھی مفید ثابت ہوں گے۔ سائنٹفک پبلیکیشن اور دستاویزات کو مناسب طریقے پر تیار کیا جائے اور محافظ خانے کے ریکارڈوں کے ذریعے عوام تک ان کی رسائی کو ممکن بنایا جائے۔
- 6.3 نجائب گھروں اور مقامات کی پینٹس میں بہتری ان کی ثقافتی اہمیت کی سمجھ بوجھ میں اضافہ کرے گی جس سے ثقافتی ورثے کی تشریح میں مدد ملے گی اور ان کے تحفظ و نگہداشت میں عوامی شرکت کی حوصلہ افزائی ہوگی۔
- بشکریہ جرنل آف ریسرچ اینڈ آرکیٹیکچرل پلاننگ
ولیم III-2004 این ای ڈی انجینئرنگ
یونیورسٹی۔ کراچی

شہری انتہائی سرگرم
پُرجوش اور لگن و
استقلال کے حامل افراد
پر مشتمل ایک ٹیم ہے
جو اپنا وقت اور اپنی
مہارتیں صرف اس بات
کو یقینی بنانے کے لیے
مہیا کرتے ہیں کہ
سماجی انصاف مہیا ہو
اور قوانین کا بول بالا ہو

گارڈن ایسٹ میں غیر قانونی تعمیرات میں اضافہ

ایسٹ کوارٹرز میں وسیع پیمانے پر لوٹ مار اور بربادی کا سلسلہ جاری ہے جس میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ ہم متعلقہ افراد کی توجہ مندرجہ بے قاعدگیوں کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

● جی آر ای 232/4: پیڈروڈی سوزا روڈ کی کٹ لائن کی خلاف ورزی (کے بی ٹی پی آر 2002 ریگولیشن 16-1 اور 2 سے تجاوز)

● جی آر ای 238: پیڈروڈی سوزا روڈ کی کٹ لائن کی خلاف ورزی (کے بی ٹی پی آر 2002 ریگولیشن 16-1 اور 2 سے تجاوز)

● جی آر ای 238: غیر قانونی طور پر ضمنی طور پر تقسیم کیے گئے پلاٹ پر غیر قانونی تعمیر (کے بی ٹی پی آر 2002 ریگولیشن 18-3 (b) سے تجاوز) شہری متعلقہ حکام سے مسلسل شکایت کر رہا ہے لیکن متعلقہ حکام کی جانب سے کسی بھی قدم کے اٹھانے جانے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔

حکومت عوام کو دھوکے بازی سے محفوظ کیوں نہیں رکھ رہی ہے؟

انجینیئر الیکٹراک بازار پلاٹس 33 اور 34/پی آر-2، پریڈی کوارٹر) مندرجہ بے قاعدگیاں اور خلاف

درزیاں واضح ہیں اور متعلقہ حکام کی توجہ کی طالب ہیں۔

1- غلط اختلاط کے لیے ایم پی جی او کے این اوسی کی بنیاد بورڈ آف ریونیو کے جعلی خط پر تھی۔

2- بورڈ آف ریونیو نے دونوں قطععات زمین کا اختلاط نہیں کیا اور نہ ہی اس نے بلڈنگ پلان پیش کیا (یہ ادارہ زمین کو پٹے پر دیتا ہے چنانچہ یہ واحد ادارہ ہے جو اس کام کا اہل ہے)۔

3- یہ دونوں پلاٹ کبجا نہیں ہو سکتے کیونکہ (ان کے مالکان ایک سے زیادہ ہیں۔ لیز کی شرائط مختلف ہیں۔ میعاد گزر چکی ہیں۔ پلاٹوں کا حصہ شامل نہیں ہے وغیرہ وغیرہ)۔

4- بعد میں آنے والی تمام منظوری اور تصدیق (ٹی پی-تعمیر) اشتہار اور فروخت وغیرہ) ناجائز اور باطل ثابت ہوں گی کیونکہ پلاٹوں کو فریب اور دھوکہ دہی کی بنیاد پر کبجا کیا گیا۔

5- عبداللہ ہارون روڈ کے بی ٹی پی آر 2002ء کی بنیاد پر ایک عارضی کنٹرول ایریا ہے۔ ایک شہری تجدیدی منصوبے کی ضرورت ہے۔

6- پلاٹ کے مالک۔ بلڈرز۔ انوسٹر وغیرہ قانون کی خلاف ورزی کرنے کے عادی ہیں اور لالچ میں اندھے ہو کر گزشتہ کئی عشروں سے شہر کو تباہ و برباد

کرنے میں مصروف ہیں۔

7- بلڈر ہر منزل پر تقریباً 180 سے 200 دکانوں کی فروخت میں مصروف ہے جو اس کے این اوسی کے برخلاف ہے جس کے تحت ہر منزل پر 38 سے 40 بھی نہیں لگایا گیا ہے۔ جس پر فروخت کی معلومات کے لیے مکمل این اوسی کا آڈیٹ ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ کے بی سی اے کا عمومی معاہدہ فارم بھی استعمال نہیں کیا گیا۔

8- این اوسی کی شرائط پوری نہ ہونے پر عوام کی رقم کی واپسی کو کوئی یقینی بنائے گا۔

دکانوں اور دفاتر کی فروخت تیزی سے جاری ہے۔ کیا اس شہر میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو قانون کی دفعات کے مطابق اپنا فرض ادا کرنے اور لاعلم عوام کو تحفظ فراہم کر سکے تاکہ عوام اس فریب اور دھوکے پر مبنی کاروبار میں اپنی کمائی لگانے سے محفوظ رہیں؟ کیا ہم محض ایک ایسی قوم بن کر رہ گئے ہیں جو بعد میں غلطیوں کو باقاعدہ بناتی ہے؟

برائے مہربانی فوری قدم اٹھائیے اور دھوکے اور فریب دہی پر مبنی اجازت نامے کو منسوخ کیجیے۔ دفاتر کی بلنگ کو بند کرائیں اور پریس کے ذریعے عوام کو ہوشیار اور خبردار کیجیے۔

ایڈووکیسی

شہری رپورٹ

کراچی کو آپ کی ضرورت ہے۔ شہری کو آپ کی ضرورت ہے

شہری تمام شہریوں سے اکیل کرتا ہے کہ وہ ہمارے اس خوبصورت لیکن بعد افسوس مکمل طور پر بے توجہی کا شکار اور مہر و محبت سے محروم شہری کم گشتہ شان و شوکت کو بحال کرنے کے ہمارے مشن میں تعاون کریں۔ ہمارا مشن ایک با عمل شہری معاشرے کو فروغ دینا اور سہولتیں، ہم پہنچانا ہے جسے اپنی ذمہ داریوں کا شعور ہو اور جو احتساب کا مطالبہ کرے۔ ہم چند یقین رکھتے ہیں کہ جن حالات سے ہم دوچار ہیں اس کی ذمہ داری شہریوں پر زیادہ نہیں تو برابر کی ضرورت عائد ہوتی ہے۔ ہم ایک آزاد ریاست کے مالک ہیں۔ اس کے باوجود اگر ہم اس ریاست کے شہری ہونے کے ناطے اپنا سرگرم کردار ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو موجودہ تکلیف دہ صورتحال کے لیے سرکاری افسر شہری کے لاپرواہ اور بے دلی کے رویے کو مکمل طور پر ذمہ دار نہیں سمجھایا جاسکتا۔ شہری انتہائی سرگرم پڑ جوش اور لگن و اشتغال کے حامل افراد پر مشتمل ایک ٹیم ہے۔ جو اپنا وقت اور اپنی مہارتیں صرف اس بات کو یقینی بنانے کے لیے مہیا کرتے ہیں کہ سماجی انصاف مہیا ہو اور قوانین کا بول بالا ہو۔ شہری گزشتہ 15 برسوں سے اخبارات میں خطوط لکھ کر۔ با معنی مہم کا آغاز کر کے اور مقدمہ بازی کر کے اپنے موقف کی وکالت کر رہا ہے اور سہولتیں اور درکاروں کا اعتقاد کر کے اور آگاہی پیدا کر رہا ہے۔ سوچ تو یہ ہے کہ لوگ اپنی سماجی ذمہ داریاں جوش اور جذبے کے ساتھ پوری کریں گے۔ ہم اپنے سرپرستوں کی حمایت اور تعاون کے شکر گزار ہیں۔ لیکن ہم مالی دباؤ کا شکار ہیں۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے تاکہ ایک باہمی مقصد کو آگے بڑھایا جاسکے۔ ہم دوسروں سے شفاف پن اور احتساب کے مطالبہ ہیں۔ اس لیے ہم اپنے تمام اعمال میں مکمل مالی اور انتظامی شفاف پن کو یقینی بناتے ہیں۔ شہری آپ کی فیضانہ امداد کا دل سے منتظر ہے جو نقد یا جنس کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ ہم سب اس شہر کو مستحکم، منصف، چھوٹا اور ایک ذمہ شہری شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس خواب کی تعمیر کے حصول کے لیے آپ کی یہ امداد اور ہنرمائی ہماری معاون و مددگار ثابت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ جلد ہی رابطہ کریں گے۔

پورا اترتا ہے۔ خصوصاً رہائشی علاقے اور

ساحلی زون کے حوالے سے۔

2- 132 کلوواٹ کی لائٹیں ڈی

سائٹ سے منسلک ہیں اور 60 فٹ

چوڑی شاہراہوں (خیابان عرفات،

خیابان شجاعت، خیابان خیر، خیابان

شہار) 80 فٹ چوڑی (ڈیفنس ایویو) پر

اور 100 فٹ چوڑی (صبا ایویو) پر

واقع ہیں۔ 132 کلوواٹ اور ہینڈ

لائٹوں کے لیے مطلوبہ 100 فٹ

چوڑے راستے کے حق کا پروانہ راہداری

دستیاب نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہ ایچ وی لائٹیں رہائشی

گنجائش سے بڑھ رہی ہیں۔

(d) ماحولیاتی اعتبار سے ایک حساس

رہائشی/تفریحی علاقے کے قریب ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ڈی سی ایل کے پیش

کردہ ای آئی اے مندرجہ بالا نکات کو

مناسب طریقے پر پورا نہیں کرتے۔

مندرجہ بالا نکات ان بہت سے سوالات

میں سے کچھ ہیں جن کے بارے میں سوچ و

بچار کرنا ضروری ہے اور ادارہ برائے سندھ

ماحولیاتی تحفظ کو پلانٹ کی منظوری دینے سے

پہلے معاملات کی چھان بین کرنی چاہیے۔

1- کیا اس سائٹ کے پلانٹ کی جگہ کے لیے

یہ منصوبہ عالمی بینک کے رہنما خطوط پر

کو فراہم کی جائے جو اسکول اتھارٹی کی اپنی ملکیت ہوں۔ اسے کرائے کی جگہوں کو ہرگز نہ تقویض کیا جائے، کیونکہ مالک مکان اسکول کے دوسری جگہ منتقل ہونے کی صورت میں اس امدادی ریگولر ائزیشن پالیسی کے ذریعے اپنے مکان کو رہائشی سے تجارتی کنٹری میں تبدیل کر سکتا ہے اور بلند بالا عمارت تعمیر کر سکتا ہے۔ یا وہاں کوئی بھی تجارتی و کاروباری کام کر سکتا ہے جو علاقے میں ابتری لانے کا باعث بن سکتا ہے۔

اگر پھر بھی کرائے کی عمارت میں قائم اسکولوں کو باقاعدہ بنانے کی اجازت ملے گی تو اس ریگولر ائزیشن کا فائدہ اسی وقت ملنا چاہیے جب تک عمارت میں اسکول قائم ہے۔ اگر اسکول کسی اور عمارت میں منتقل ہو جاتا ہے تو مکان کو دوبارہ اصل رہائشی حیثیت سے بدلنا ضروری اور لازمی ہونا چاہیے۔

ڈی ایچ اے فیز VIII میں ڈی

سی ایل کو جن ڈی

سیلینیشن پلانٹ پر تبصرہ

سندھ ای پی اے کی جانب سے روزنامہ

'ڈان' میں 19 دسمبر 2004ء کو ایک پبلک

نوٹس شائع ہوا۔ اس سے متعلق شہری سی بی آئی

نے مجوزہ منصوبے کے ماحولیاتی پہلوؤں پر

مندرجہ نکات اور تبصرے داخل کیے۔

اس پلانٹ کے قیام کے تنقیدی پہلوؤں

کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

(a) 132 کلوواٹ ٹرانسمیشن لائٹیں اور گرڈ

اسٹیشن۔

(b) سمندری پانی کے ازائڈ نمک کی سہولتوں

پر اخراجات کا تخمینہ 25 ملین روپے

سے زیادہ ہے۔

(c) فضلے اور کوڑے کرکٹ کو ٹھکانے لگانے

کی سہولتیں 1.0 x 10 ایم سالانہ

نجسی درسگاہوں کی

ریگولر ائزیشن

یہ قابل اطمینان بخش امر ہے کہ

برگیڈیئر اے ایس ناصر (سی ای او بی، کے بی

سی اے) قانون کی عملداری کے لیے اپنی

پوری کوشش کر رہے ہیں۔

نجی اسکول اگرچہ کہ خدمات مہیا کر رہے

ہیں لیکن وہ صورتحال سے فائدہ اٹھاتے

ہوئے موٹی موٹی فیسیں بھی وصول کر رہے

ہیں اور بچوں کو کسی قسم کی سہولتیں بھی نہیں فراہم

کر رہے ہیں اور بچے کرائے کے چھوٹے

چھوٹے رہائشی مکانات میں بری طرح ٹھونس

دیئے جاتے ہیں۔ 300 بچے چار کمروں کے

ایک چھوٹے سے مکان میں کس طرح تعلیم

پاسکتے ہیں یہ سوچنا محال ہے لیکن یہ ایک

حقیقت ہے۔ بچوں کے کھیلنے کے لیے کوئی

پلے گراؤنڈ نہیں ہے۔ کوئی لیبارٹری وغیرہ نہیں

ہے۔ کوئی بھی ایسی مناسب سہولت موجود

نہیں ہے جو ایک اسکول میں ہونی لازمی

ضروری ہوتی ہے۔ یہ نجی اسکول ایک امر زحمت

سے کم نہیں ہیں اور جس علاقے میں بھی قائم

ہیں اسے خراب اور تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

بیشتر اسکول جن ذاتی رہائش گاہوں میں قائم

ہیں ان کے مالک نہیں ہیں۔ نہ ہی وہ زمین

میں سرمایہ کاری کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

مالک مکان کو واحد فائدہ ریگولر ائزیشن کی کم

فیس سے ہی پہنچتا ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت

ہے کہ اسکول اس عمارت میں ہمیشہ قائم

رہے گا۔ و مقام بدل سکتا ہے اور مالک مکان

اس امداد ریگولر ائزیشن فائدے (زمین کے

استعمال کی تبدیلی) کو استعمال کر سکتا ہے اور

ایک تجارتی بلند بالا عمارت تعمیر کر سکتا ہے۔

● کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کو ایک

موقع فراہم کیا جانا چاہیے تاکہ وہ ان

اسکولوں کی پیدا کردہ ابتری کو دور کر سکے۔

● یہ سہولت اور فائدہ صرف ان جائیدادوں

ضرورتوں سے بہت قریب تر ہیں۔ ان پیدا ہونے والے برقی مقناطیسی میدانوں کے مضر صحت اثرات طویل المدتی ہوں گے جن کو دھیان میں رکھنا ضروری ہے۔ سپریم کورٹ کا شہلا ضیاء 1994ء کا تاریخ ساز فیصلے کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

3- سمندری پانی کو پینے کے قابل بنانے کے بعد اس کی تقسیم کے عمل کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ اگر اس اعلیٰ ترین معیاری پانی کو کے ڈبلیو ایس بی کے ترسیل شدہ پانی میں شامل نہیں کیا جاسکتا تو 13 ایم جی ڈی پانی کی تقسیم کے لیے روزانہ 1000 ٹینکر درکار ہوں گے۔

4- ہر ٹینکر کی گنجائش 3000 گیلن ہے) ان ٹینکروں کی نقل و حرکت علاقے۔ ساحل اور ساحلی سڑک پر ٹریفک کی بھیڑ اور فضائی آلودگی کا باعث بنے گی۔

5- ساحل اور تقریبی سہولتوں تک عوام کی رسائی پر مضر اثرات مرتب ہوں گے۔

ساحل پر پلانٹ کے 30 سے 45 فٹ اونچے ڈھانچے ساحل کے جمالیاتی حین/ماحولیات سے متصادم ہوں گے۔

شور کی سطح خاص طور پر رات کے وقت

بڑھ جائے گی جو قریبی رہائش پذیر افراد کے لیے باعث تشویش ہے۔

6- اس پورے پلانٹ سے خارج ہونے والی ہوا خاص طور پر بلند و بالا عمارات کے لیے (مثلاً کریک سٹی) باعث تشویش ہے۔ اس میں شامل ہے۔

● گیس ٹربائن سے خارج ہونے والی COx اور NOx

● کاربوئک ایسڈ کے خارج ہونے والے کسی بھی عمل میں آکسیجن/نائٹروجن کا اخراج اور سمندری پانی کو پینے کے قابل بنانے کے پلانٹ کے ہوائی اخراج کے نظام سے باہر نکلنے والے فاسد مادے۔

● این ای کیو ایس کی بجائے آری اور آبی ماحول (جن میں منگر وو۔ مچھلیاں اور دیگر آبی حیات شامل ہیں) پر پڑنے والے مضر اثرات کا مطالعہ (آپریشن سے پہلے اور آپریشن کے بعد) بہت ضروری ہے۔ اس مطالعے میں شامل ہیں۔

● سمندری پانی کے تجاوز اور ذراتی بہاؤ کے اثرات۔

آبی شور کے اخراج پر بلند درجہ حرارت

(450 سینٹی گریڈ) ہوگا۔ 150 سینٹی گریڈ کا امتیازی اختلاف ہے۔

فضلاتی اخراج میں آبی شور بائیوسائید (Biocides) دھاتیں اور مضر سائز کیمیکلز وغیرہ کا ارتکاز۔

● پلانٹ کو شروع کرنے اور بند کرنے کے اثرات (درجہ حرارت اور کھاری پن میں تبدیلیاں)

8- کیا حادثات/ہنگامی حالات سے نمٹنے کا کوئی منصوبہ تیار کیا گیا ہے خصوصاً اس حقیقت کو مد نظر رکھنا ہوگا کہ اضافی ڈیزل

اینجن کا ذخیرہ ہوگا اور بہت زیادہ دباؤ والی قدرتی گیس کی تنصیبات بھی ہوں گی جو رہائشی علاقے سے بہت قریب تر اور ہوا کے رخ پر ہوں گی۔

9- حکومت سندھ کے کراچی بلڈنگ اور ناؤن پلاننگ ریگولیشن 2002ء میں زلزلے کے عوامل کی تعریف 0.16g اور 0.24g کے مدارج کے درمیان کی گئی ہے تو پھر پلانٹ کے ڈیزائن میں 0.1g کے عنصر کا استعمال کیوں کیا گیا ہے؟

● ● ● ●

شہری کے لئے رضا کاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھوٹی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- آلودگی کے خلاف
- میڈیا اور سرحدی روابط (ٹوریزم)
- قانونی (غیر قانونی عمارتیں)
- تحفظ ورثہ (پرانی عمارتیں)
- پارکس اور آفریج
- مالی حصول۔

ہر وہ شخص جو شہری کے جاری اور مستقبل کے منصوبوں کے لئے مدد (رقم/فیس) کرنا چاہے اس سے گزارش ہے کہ وہ شہری کے دفتر تشریف لائیں یا فون یا فیکس یا ای میل کے ذریعے شہری کے سیکریٹریٹ سے رابطہ کریں۔

شہری کی رکنیت

2006ء کے لئے شہری کی رکنیت کی تجدید کروانا نہ

بھولیں۔ شہری میں شرکت کریں اور بطور شہری اس شہر کو صاف کرنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لئے مدد دیں۔

”شہری“ میں شمولیت اختیار کیجئے

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لئے

اگر آپ ”شہری“ میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو براہ کرم یہ کوپن بھر کر اس پتے پر روانہ کر دیں۔
شہری برائے بہتر ماحول۔ 206 جی۔ بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس، کراچی 75400۔ پاکستان
ٹیلی فون/ فیکس 92-21-4530646

E-mail address:

Shehri@onkhura.com (Web site)

URL: http://www.onkhura.com/shehri

نام _____ ٹیلی فون (گھر) _____

ایڈریس _____

پتہ _____ ٹیلی فون (دفتر) _____